الافادة بحديث
النظر الى على عبادة

تالیف

السید العلامة المحدیث

عبدالعزیز بن الصدیق الغماریؒ

مرتب

خسرو قاسم

Scanned with OKEN Scanner

گے کہ ان سے کم تر درجہ کے راویوں کی روایات کو محدثین صحیح قرار دیتے ہیں تو پھر ابن بدیل کا مقام تو ان سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ کسی پر غلو اور زیادتی کا الزام عائد کریں بلکہ ہم ہر ایک کو اس کا حق دینا پسند کرتے ہیں کیوں کہ ہمارا مقصد انصاف کرنا اور حقیقت تک پہنچنا ہے۔

اس تفصیلی بیان کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو اس بات میں شبہ ہو سکتا ہے کہ ابن جوزی کی بات غلط ہے اور ان کا تبصرہ زیادتی پر مبنی ہے اور ان کا اس حدیث کو موضوعات میں شمار کرنا درست نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

ابن جوزی اپنی کتاب ''الموضوعات'' (۱/۳۵۹) میں بایں سند: أنبأنا محمد بن ناصر، قال: أنبأنا محمد بن علي بن ميمون، قال: أنبأنا علي بن المحسن التنوخي، قال: أنبأنا عبد الله بن ابراهيم بن جعفر الزينبي، قال: حدثنا محمد بن سفيان الحناني، قال: حدثنا عثمان بن يعقوب العطار، قال: حدثنا محمد بن محمد البصري، عن الحماني، عن ابن فضيل، عن يزيد بن ابي زياد، عن مجاهد، بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ حمانی کو امام احمد وغیرہ نے کذاب کہا ہے اور یزید کے بارے میں امام نسائی کا تبصرہ یہ ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (الموضوعات ۱/۳۶۲)

میں کہتا ہوں کہ یہاں بھی ابن جوزی نے اہل جرح کے اقوال نقل کرنے میں

حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابن عساکر (اللآلی المصنوعة ۱/۳۴۳) بایں سند: أنبأنا ابو العباس احمد بن الفضل بن احمد الخیاط، أنبأنا ابو بکر بن الفضل الباطر قالی، حدثنی احمد بن محمد بن عبد الله، حدثنی ابو عمرو عثمان بن عمرو بن عبد الرحمن الشافعی المعروف بابن اخی النجار، حدثنی احمد ابن عیسیٰ الوشا، حدثنی مؤمل بن اهاب، حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، حدثنا الزهری، عن عروة، عن عائشة، بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابن نجار اپنی تاریخ (بحوالہ: اللآلی المصنوعة ۱/۳۴۲) میں لکھتے ہیں کہ مجھے ابوزرعہ عبید اللہ بن ابی بکر اللقوانی نے یہ حدیث بایں سند لکھ کر دی: أنبأنا ابو الخیر شعبة بن ابی بکر الصباغ، حدثنا ابو القاسم هبة الله بن عبد الوارث الشیرازی، أنبأنا ابو القاسم الطیب بن احمد بن الطیب ابن عبد الله الشاهد، أنبأنا ابو القاسم عبد العزیز بن علی بن احمد الوراق، حدثنا ابوبکر محمد ابن احمد الحافظ، حدثنا ابو العباس بن الوشا، به.

میں کہتا ہوں کہ ابن الوشا کے بارے میں مسلمہ بن قاسم "کتاب الصلة" میں لکھتے ہیں: وہ بہت سی ایسی احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں جن کے سلسلے میں ان پر نکیر کی گئی ہے، ان کو ان کے سوا کوئی بیان نہیں کرتا، وہ شاذ ہیں، ان سے بہت سی احادیث لکھی گئی ہیں، وہ علم کے جامع تھے، اصحاب الحدیث کی آراء ان کے بارے میں مختلف

راویوں کو جوڑ دیا جاتا ہے اور پھر پوچھا جاتا ہے کہ فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ اس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ فلاں ثقہ ہے، اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہے جن کا ذکر اس کے ساتھ کیا گیا ہے لیکن جب تنہا اسی کے متعلق سوال ہوتا ہے تو پھر اعتدال سے اس کا حال بیان کرتا ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

دوری بیان کرتے ہیں کہ ابن معین سے ابن اسحاق اور موسیٰ بن عبیدہ الربذی کے بارے میں پوچھا گیا کہ دونوں میں سے کون آپ کو زیادہ پسند ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں لیکن جب صرف ابن اسحاق کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا کہ صدوق ہیں لیکن حجت نہیں۔

اسی طرح ابو حاتم سے پوچھا گیا کہ یونس اور عقیل میں کون آپ کو پسند ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ عقیل میں کوئی حرج نہیں، اس سے ان کی مراد یونس پر اسے فضیلت دینا تھا۔ لیکن جب ان سے عقیل اور زمعہ بن صالح کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا: عقیل ثقہ اور متقن ہیں۔ نقد و تبصرہ میں یہ اختلاف سوال کے مختلف ہونے کا نتیجہ ہے۔

اسی اصول اور قاعدہ پر ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال کے اس اختلاف کو محمول کیا جائے گا کہ وہ کبھی ایک راوی کی توثیق کرتے ہیں اور کبھی اس کو مجروح قرار دیتے ہیں۔ بسا اوقات وہ ایک بڑے آدمی پر جرح کر جاتے ہیں یعنی اگر وہ دیکھتے ہیں کہ اس سے کم تر درجہ کی تجریح نہیں کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے اہل جرح و تعدیل کے متعین اقوال بیان کیے جائیں تا کہ اس سے وضاحت ہو سکے۔ علت اکثر لوگوں سے مخفی رہ جاتی ہے اگر اس اصول پر اسے پیش کیا جائے جو میں نے بیان کیا ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

ابن حجر کی مذکورہ بالا تحریر سے ہماری بات کی تائید ہوتی ہے۔ کسی راوی کے سلسلے میں صرف جرح یا صرف تعدیل کے الفاظ بیان کرنا علمی خیانت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محقق کو گمراہ کرنا بھی ہے جس کی وجہ سے وہ حقیقت تک نہیں پہنچ پاتا جو ہر انسان کا گوہر مقصود ہے۔

ابن عباس کی زیر مطالعہ حدیث میں اگر حمانی سے مراد جبارہ بن المغلس ہے جس کی کنیت ابو محمد الکوفی ہے تو وہ ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں۔ مطین ابن نمیر کے حالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ صدوق ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ میری نظر میں ان راویوں میں سے نہیں ہیں جو جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی بعض احادیث کی متابعت نہیں ہوتی، وہ عمداً جھوٹ کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ وہ غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ہمارے شہر والوں میں سے بقی بن مخلد ان سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ان شاء اللہ جبارہ ثقہ ہیں۔ صالح جزرہ کہتے ہیں کہ وہ ایک نیک آدمی ہیں، میں نے ان کے بارے میں ابن نمیر سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ جھوٹ بولنے کے مقابلے میں انھیں یہ پسند تھا کہ انھیں آسمان سے زمین پر پھینک دیا جائے۔ نصر بن احمد بغدادی کہتے ہیں کہ جبارہ اصل میں صدوق ہیں۔ عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ جبارہ نے ہمیں حدیث سنانے کے لیے بلایا، ہم نے ان سے احادیث یاد کیں۔ آگے کہتے ہیں کہ اثرم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان سے احادیث لکھوں چنانچہ میں نے ان کے ساتھ ان کی منتخب احادیث لکھیں۔ (تہذیب التہذیب ۱/۳۵۹)

میں کہتا ہوں کہ جس کسی نے جبارہ پر کلام کیا ہے، انھوں نے ان کی غفلت کو موضوع بحث بنایا ہے، جن لوگوں نے ان کو متروک قرار دیا ہے اس کی وجہ یہی رہی ہے۔ ان

کے کذب اور اختلاف کی وجہ کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا ہے۔

غفلت ایک ایسا عیب ہے جس سے کوئی راوی محفوظ نہیں ہے خواہ ضبط واتقان میں اس کا مرتبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو لیکن جب کسی راوی سے بکثرت غفلت کا صدور ہوتا ہے تو حدیث میں اس کی ثقاہت کمزور ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے وہ متروک قرار پاتا ہے حالانکہ وہ فی نفسہ ثقہ ہوتا ہے اور اپنی حدیث میں بھی وہ ثقہ ہوتا ہے۔ پھر جب کوئی قرینہ موجود ہو تو وہ اپنی احادیث میں ضابط ہوتا ہے جیسے دوسرے اہل ضبط واتقان کی احادیث ہوتی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کی روایت کی متابعت کی جائے یا اس حدیث کے معنی کی دوسری احادیث موجود ہوں یا اس سے وہ شخص روایت کرے جو ضبط واتقان میں معروف ہو اور شیوخ سے احادیث بیان کرتا ہو۔ جب اس طرح کے قرائن اس میں پائے جائیں تو پھر اس کی حدیث سے غفلت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

جبارہ کے تعلق سے ایک بات یہ یاد رہے کہ وہ بہت زیادہ غفلت کا شکار نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ اہل جرح کا کلام بتاتا ہے کیوں کہ جن احادیث میں ان سے غفلت کا صدور ہوا ہے ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر ان سے بکثرت غفلت کا ظہور ہوتا تو متعین احادیث میں ان کی غفلت کا ذکر کرنے کے بجائے مطلق طور پر ان کو غافل کہا جاتا جیسا کہ بہت سے مغفلین کا حال ہے جو احادیث کو الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ پانچ یا چھ احادیث میں غفلت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ راوی طبعی طور پر غفلت کا شکار ہے اور نہ وہ مغفل کہا جا سکتا ہے اور اس پر مضطرب الحدیث ہونے کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔

ذاتی طور پر غفلت حدیث کی صحت کے لیے مضر نہیں ہے کیوں کہ انسان طبعاً غافل ہے اور نسیان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس سے شاذ و نادر ہی کوئی بچ پاتا ہے اور شاذ و نادر

Scanned with OKEN Scanner

کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔اسی لیے عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ کون ہے جو وہم سے محفوظ ہے۔ابن معین کہتے ہیں کہ مجھے تعجب اس پر نہیں ہوتا کہ کوئی حدیث بیان کرتا اور خطا کرتا ہے بلکہ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ جو حدیث بیان کرتا ہے اور ہمیشہ درست روایت بیان کرتا ہے۔حافظ ابن حجر اپنی کتاب ''اللسان'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ یہاں توقف کرنا مناسب ہے۔جب کسی راوی پر جرح اس لیے کی جائے کہ اس نے کسی حدیث میں غلطی کی ہے یا وہم کا شکار ہوا ہے یا اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہے تو یہ کوئی مستقل جرح نہیں ہوتی اور نہ اس کی وجہ سے اس کی حدیث کو رد کیا جاسکتا ہے۔

لہذا چند احادیث میں غفلت یا خطا کی وجہ سے کسی راوی کی حدیث کو رد کر دینا زیادتی ہے جسی انصاف کے خلاف ہی کہا جائے گا۔اس اصول کو یاد رکھیں ،اس سے دوسرے مواقع پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ جبارہ مغفل اور مضطرب الحدیث تھے پھر بھی اس حدیث میں وہ غفلت اور اضطراب کا شکار نہیں ہوئے ہیں کیوں کہ یہ حدیث دوسرے صحیح اور حسن طرق سے مروی ہے جس کی وجہ سے غفلت کے باوجود ان کی حدیث اہل علم کی نظر میں حسن اور مقبول ہوگی۔

لیکن حمانی سے اگر یحیٰی بن عبدالحمید بن عبدالمالک بن میمون الحمانی الحافظ مراد ہیں جن کی کنیت ابوزکریا کوفی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ زیر بحث حدیث میں یہی مراد ہیں تو وہ مسلم کے رجال میں سے ہیں۔عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے کہتے سنا کہ ابن الحمانی صدوق ہیں اور کوفہ میں ان کی شہرت ہے۔ابن الحمانی جیسے راوی کے بارے میں حسد سے بھی کچھ نہیں کہا سکتا۔ابن ابی خیثمہ ابن معین سے نقل کرتے ہیں کہ ابن الحمانی

ثقہ ہیں اور کوفہ میں کئی رجال ایسے ہیں جنھوں نے ان سے حدیث یاد کی ہے اور یہ حضرات ان سے حسد کرتے ہیں۔ ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ میں نے ابن معین سے پوچھا تو انھوں نے ان کے بارے میں مجمل بات کی اور یہ کہا کہ وہ محدثین میں سے ایک تھے۔ عبدالخالق بن منصور کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین سے حمانی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ صدوق اور ثقہ ہیں۔ اسی طرح کی بات ابن معین سے دوری، محمد بن عثمان بن شیبہ، بغوی، ابن الدورقی، مطین اور ایک جماعت نے نقل کی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ حفاظ محدثین میں سے کسی کو میں نے نہیں دیکھا جو حدیث کو ایک ہی لفظ سے بیان کرتے ہوں اور کوئی اس میں تبدیلی نہ کرتے ہوں سوائے حمانی کے جو شریک سے حدیث ایک ہی لفظ سے بیان کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے ایک جماعت کا ذکر کیا جو اس خصوصیت کی حامل ہے۔ ابن عدی بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ کے پاس ایک اچھی مسند تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوفہ کے یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسند لکھی۔ آگے کہتے ہیں کہ میں نے ان کی مسند میں منکر احادیث نہیں دیکھیں، مجھے امید ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ محمد بن ابراہیم بوشنجی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں اور ابن نمیر بھی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۶/۱۵۷، ۱۵۸)

میں کہتا ہوں کہ جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے اس کی صرف دو وجہیں ہیں کوئی تیسری وجہ نہیں ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ لوگوں کو ان کے حافظہ پر حسد تھا اور انھوں نے مسند لکھی تھی جیسا کہ انھوں نے اپنی ذات کے تعلق سے اس حقیقت کا اظہار خود کیا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں کہ علی بن عبدالعزیز نے بتایا کہ میں نے کچھ اجنبی لوگوں سے حمانی کو خود یہ کہتے سنا ہے کہ میرے بارے میں اہل کوفہ کی باتوں پر توجہ نہ دو کیوں کہ وہ مجھ سے حسد

کرتے ہیں کیوں کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے مسند جمع کی ہے اور کئی ایک چیزوں میں میں ان سے آگے ہوں۔

ایسے راوی کے سلسلے میں جو جرح ہوتی ہے وہ مطلقاً مردود ہوتی ہے جیسا کہ ائمہ جرح کے حوالے سے میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اگر اس قسم کی جرحوں کا ہم اعتبار کرنے لگیں اور ان کو زیر عمل لائیں تو احادیث کے ایک بڑے ذخیرے سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیوں کہ اکثر راویوں پر جرح حسد، خواہش نفس اور عصبیت کی بنا پر کی گئی ہے۔

انسان بہر حال ایک انسان ہے خواہ وہ کتنے ہی مقام بلند پر کیوں نہ فائز ہو کیوں کہ اس کا نفس حقیقت بشریت سے باہر نہیں نکل پاتا جس کی وجہ سے اکثر اس کا قدم جادۂ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے اور اسے آمادہ کرتا ہے کہ اپنے عقیدہ کی حمایت کرے اور اسے ایسا کام کرنے پر اکساتا ہے جس سے دین دار خوش نہیں ہوتے۔ اگر ہم اس کی مثالیں بیان کرنا شروع کریں اور ان راویوں کے نام گنائیں جن کو ظالمانہ طریقہ پر دشمنی اور حسد اور اپنے مذہب اور خواہش کی تائید میں مجروح کیا گیا ہے تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اور یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ حافظ ذہبی نے اس سلسلے میں ایک جزء "الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم" کے عنوان سے مرتب کیا ہے لیکن انھوں نے جتنا لکھا ہے اس سے کہیں زیادہ لکھنے سے رہ گیا ہے جیسا کہ رجال اور ان کے حالات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے واقف ہیں۔

یہاں ہم صرف ایک مثال دینے پر اکتفا کریں گے اور اسی ایک مثال سے بہت کچھ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ مثال ائمہ جرح کے ایک بڑے امام یحییٰ بن معین کی ہے جنھوں نے جرح کی ہے امت کے ایک بڑے امام محمد بن ادریس شافعی پر۔ ابن معین کو یہ جرح کرنے

پر صرف خواہش نفس اور عصبیت نے آمادہ کیا۔اس قسم کی کمزوریوں میں مبتلا ہوکر انسان اندھا ہوجاتا ہے اور گمراہی کے راستہ پر چل پڑتا ہے۔اللہ ہمیں سوئے ظن سے محفوظ رکھے۔

ابوعمر بن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ ہم سے محمد بن وضاح نے روایت کیا۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین سے امام شافعی کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ابن وضاح ثقہ نہیں ہے۔ابن عبدالبر آگے فرماتے ہیں کہ کئی ایک سندوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ابن معین امام شافعی پر کلام کیا کرتے تھے۔

امام ذہبی اپنے مذکورہ بالا جزء میں لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن معین نے یہ کہہ کر خود اپنی ذات کو تکلیف پہنچائی ہے۔امام شافعی کے تعلق سے ان کی اس بات کو کسی نے قابل اعتنا نہیں سمجھا اور نہ ثقہ راویوں کے بارے میں ان کی جرح قبول کی ہے۔اسی طرح بعض راویوں کی ان کی توثیق کو بھی لوگوں نے ناقابل التفات سمجھا ہے۔آگے امام ذہبی لکھتے ہیں امام شافعی پر ابن معین کا تبصرہ کسی اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ ہوا پرستی اور عصبیت کی بنا پر زبان سے نکلا ہے

کیوں کہ ابن معین محدث ہونے کے باوجود ان احناف میں سے تھے جن کو اپنے مسلک میں حد درجہ غلو تھا۔(الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بما لا یوجب ردھم ص ۳۰)

جب تعصب یحیٰی بن معین جیسے حضرات کو امام شافعی جیسے شخص کے سلسلے میں جھوٹ کہنے پر آمادہ کرسکتا ہے حالانکہ وہ علم، دین اور شہرت کی بلندیوں پر فائز ہیں تو حمانی جیسے رواۃ پر دوسرے لوگ تو بدرجہ اولیٰ غیر ذمہ دارانہ تبصرہ کرسکتے ہیں۔اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ان کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے لیکن یہی ایک مثال ہماری بات کو سمجھنے

Scanned with OKEN Scanner

کے لیے کافی ہے۔

رہا امام احمد بن حنبل کا حمانی کو کذاب کہنا تو یہ مبالغہ ہے، ان پر نکیر صرف اس وجہ سے کی گئی ہے کہ انھوں نے بعض مرفوع روایات ایسی بیان کی ہیں کہ یہ ان میں منفرد ہیں اور بعض غرائب بھی انھوں نے بیان کیے ہیں۔ ان کی یہ روش دعوی پر دلیل نہیں ہے خاص طور پر اس صورت میں جب جمہور اہل جرح نے ان کی توثیق کی ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ تفرد کی وجہ سے جرح کرنا کوئی مستقل جرح شمار نہیں ہوتی ہے، بحث و تحقیق کے بغیر اس پر اعتماد کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہم یہ بحث پہلے کر چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ جرح و تعدیل صرف ایک اجتہادی عمل ہے، جس میں خطا اور وہم کا امکان ہے جس طرح فروعی مسائل میں اجتہاد کیا جائے تو اس میں وہم اور خطا کا امکان ہوتا ہے بلکہ جرح کے باب میں جو اجتہاد کیا جاتا ہے اس میں خطا کا کچھ زیادہ ہی امکان ہوتا ہے۔

حمانی کی ایک بڑی تعداد نے ان کی توثیق کی ہے اور ان پر امام احمد نے جو کذب کا الزام عائد کیا ہے تو وہ اس باب میں منفرد ہیں حالانکہ ان کا یہ الزام قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ اس جرح کی وضاحت انھوں نے یہ کی ہے کہ وہ منفرد اور عجیب و غریب روایات بیان کرتے ہیں لیکن یہ دونوں باتیں فن جرح و تعدیل کے ماہرین کی نظر میں ان کے کاذب ہونے کی دلیل نہیں ہیں، محدثین نے تو کذب کا الزام ائمہ کی ایک بڑی تعداد پر عائد کیا ہے۔

ایسی صورت میں حمانی کی حدیث کو صحیح کہنا اسماعیل بن ابی اویس کی حدیث کو شیخین کے ذریعہ صحیح کہنے سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے اور یہ بھی صرف اس صورت میں

ہے جب وہ کسی روایت کے بیان کرنے میں منفرد ہوں لیکن جب ان کی بیان کردہ حدیث دوسرے ثابت طرق سے مروی ہو تو اس کی صحت میں کوئی مبتدی طالب علم بھی شبہ نہیں کرسکتا۔ لہذا حمانی کے لیے امام احمد کے قول کو صرف وہی شخص قبول کرسکتا ہے جو جاہل ہو۔

امام ذہبی کو دیکھئے جو کسی شیعہ راوی کے سلسلے میں معمولی جرح کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور ایسے راوی پر زوردار حملہ کرتے ہیں لیکن حمانی کو کذاب کہنے کے قول احمد کو التفات کے لائق نہیں سمجھا بلکہ "المیزان" میں ان کے ترجمہ میں لکھا: مجھے ان کی ایک حدیث عالی سند سے ملی ہے پھر ان کی بیان کردہ حدیث کی سند بیان کی اور وہ حدیث یہ ہے: لاتکذبوا علی (میرے اوپر جھوٹ نہ بولو)۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حدیث متصل السند ہے اور ضعف سے محفوظ ہے۔ یہاں امام ذہبی نے حمانی پر لفظ ضعف کا اطلاق نہیں کیا اور نہ امام احمد کا کاذب کہنے کے معاملے میں ہاتھ دیا حالانکہ ان کے ترجمہ میں ذہبی نے ان کو بغض رکھنے والا شیعہ قرار دیا ہے۔

الحمدللہ اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ اس حدیث کو ابن جوزی کا موضوعات میں شمار کرنا، ان کو کذاب کہنے میں احمد کی اتباع کرنا غلا ور جمہور کی توثیق کو پیچھے ڈال دینا غلط اور فاسد ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابن جوزی جلد باز اور بغیر کسی تحقیق کے احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے میں متساہل واقع ہوئے ہیں۔

حمانی پر کلام کرنے کی دوسری وجہ ان کا شیعہ ہونا ہے۔ ہم ابن مسعود کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بحث کرچکے ہیں کہ اس وجہ سے حمانی پر جرح کرنا مردود ہے کیوں کہ کسی حدیث کی صحت کا دارومدار راوی کے ضبط اور اس کی عدالت پر ہے جب یہ دونوں اوصاف راوی میں موجود ہوں تو دوسری چیز دیکھنا زیادتی ہے۔

جہاں تک معاملہ یزید بن ابی زیاد کا ہے جن کے بارے میں ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ امام نسائی نے ان کو متروک کہا ہے۔ ان سے امام بخاری نے تاریخ میں اور مسلم نے اپنی صحیح میں بطور شاہد، سنن اربعہ کے مولفین نے ان سے روایت لی ہے اور ترمذی نے ان کی روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں کہ کہ وہ لین ہیں، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن ان سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہیں۔ آجری ابوداؤد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے ان کی حدیث ترک کی ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرا شخص مجھے زیادہ محبوب ہے۔۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ کوفہ کے بزرگوں میں سے ہیں، ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ صدوق تھے لیکن جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو حافظہ خراب ہوگیا تھا اور اس میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اور جو کچھ ان سے کہہ دیا جاتا تھا اس کو بیان کردیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی احادیث میں منکرات داخل ہوگئی تھیں، جن حضرات نے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے ان سے حدیث سنہ ہے ان کی روایت صحیح ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کے بارے میں اگرچہ ان کے حافظہ کے خراب ہوجانے کی وجہ سے لوگ کلام کرتے ہیں لیکن وہ عادل اور ثقہ ہیں، اگرچہ وہ حکم اور منصور کی طرح نہیں ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲۰۸/۶)

ابن شاہین اپنی کتاب "الثقات" (ص ۳۴۹) میں لکھتے ہیں: احمد بن صالح مصری کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں، جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے مجھے ان کی بات پسند نہیں ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ وہ فی نفسہ ثقہ تھے لیکن آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تھے۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ستر، صدق اور علم سے محبت ان تمام

کو جیسے عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سلیم اور ان کی طرح دیگر حاملین آثار کو شامل ہے۔

عجلی کہتے ہیں: ان سے حدیث لینا جائز ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ جریر سے بیان کرتے ہیں کہ ان کا حافظہ عطا سے بھی اچھا تھا۔ علی بن عاصم کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے بیان کیا کہ میں جب یزید بن ابی زیاد سے حدیث لکھ لیتا ہوں تو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی اور سے لکھوں یا نہ لکھوں۔ حافظ ہیثمی ''مجمع الزوائد'' میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہیں جن میں لین ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

یزید بن ابی زیاد کے تعلق سے مدح کے یہ سارے کلمات ابن جوزی نے پس پشت ڈال دیے اور صرف اس عبارت پر اکتفا کر لیا جو انھوں نے غلط طریقہ سے نسائی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کیوں کہ نسائی نے یہ بات اس یزید بن ابی زیاد کے تعلق سے کہی ہے جسے ابن زیاد شامی کہا جاتا ہے اور یہ تو کوفی ہیں۔ جو ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں۔ جس یزید پر ہم بحث کر رہے ہیں وہ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ امام ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کوفہ کے مشاہیر علماء میں سے ہیں۔

ناموں کی مشابہت کی وجہ سے ابن جوزی پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ورنہ ائمہ جرح نے نسائی کے حوالہ سے یزید کوفی کے بارے میں ان کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے کہ وہ قوی نہیں تھے۔ ان دونوں عبارتوں میں واضح فرق ہے اور دونوں جملوں میں بڑا فرق ہے کیوں کہ متروک راوی کی روایت متابعات میں بھی قابل قبول نہیں ہے لیکن جس راوی کے بارے میں ''لیس بالقوی'' کہا جائے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

امام نووی اپنی کتاب "التقریب" میں لکھتے ہیں: محدثین جب کسی راوی کے بارے میں "لیس بالقوی" کہتے ہیں تو اس کی روایت لی جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ جب وہ کسی راوی کے بارے میں یہ جواب دیں کہ وہ لین ہے تو پھر اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اعتبار کرنے کے لیے اس پر غور وفکر کیا جائے گا۔ اسی طرح جب وہ کسی راوی کے بارے میں "لیس بقوی" کہتے ہیں تو وہ اس مرتبہ پر ہوتا ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے الا یہ کہ وہ اس سے بھی کم تر درجہ میں ہو۔

یزید بن ابی زیاد کے بارے میں جن حضرات نے بھی کلام کیا ہے، ان کے کلام کرنے کی دو وجہ رہی ہیں آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور وہ حدیث رایات کے راوی ہیں۔ جہاں تک سوال اختلاط کا ہے تو اس حدیث میں اس کا احتمال بعید معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ محمد بن فضیل جیسا راوی ایسے استاذ سے روایت نہیں لے سکتا جس کے بارے میں انھیں یہ معلوم ہو کہ وہ اختلاط کا شکار ہو گئے ہیں اور ان کا حافظہ خراب ہو گیا ہے۔ اختلاط کے شکار راوی سے محمد بن فضیل کا روایت کرنا خود ان کے لیے قادح ہے۔ محدثین اس طرح کے معاملات میں اشارہ کرتے ہیں۔ اگر کسی راوی نے اپنے استاذ سے اختلاط کا شکار ہونے کے بعد روایت لی ہے تو وہ اس کے سوانح میں یہ کہہ کر تنبیہ کرتے ہیں کہ اس نے فلاں سے روایت ان کے اختلاط کا شکار ہونے کے بعد لی ہے۔ کتب جرح میں یہ بات معروف ومشہور ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ یزید بن ابی زیاد کوفی اور ابن فضیل کوفی اپنے شہر کے شیوخ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ صرف یہی بات اس حدیث میں اختلاط کے شبہ کا ازالہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

علم اسناد میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ائمہ حدیث نے اسماعیل بن عیاش کی

وہ روایات قبول کی ہیں جو انھوں نے اپنے شہر کے شامی اساتذہ سے روایت کی ہیں باقی دوسرے شہروں کے راویوں سے ان کی احادیث رد کردی ہیں۔ اسی طرح بقیہ بن ولید کی احادیث ان کے شہر کے اساتذہ سے لی ہیں بلکہ نووی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اکثر ائمہ اور حفاظ شامیوں سے ان کی روایت قبول کرتے ہیں اور باقی دوسرے شہروں کے اساتذہ سے ان کی احادیث رد کردیتے ہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کیوں کہ اہل الحدیث کے یہاں یہ اصول متعین ہے کہ ہر طالب علم پہلے اپنے شہر کے اساتذہ سے حصول علم کرتا ہے پھر سماع حدیث کے لیے دوسرے شہروں میں جاتا ہے اور یہ بات عقل سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں سے تحمل حدیث کا آغاز کرے جو اختلاط کا شکار ہو چکے ہوں اور ان کا حافظہ خراب ہو چکا ہو۔ خاص طور پر اس حالت میں جب تحمل حدیث کرنے والا محمد بن فضیل جیسا راوی ہو جس سے ائمہ کتب ستہ نے روایت لی ہو۔ بہر حال اختلاط کا الزام جس راوی پر ہو اس کی روایت اس وقت تک ترک نہیں کی جاسکتی ہے جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس نے تحمل حدیث اختلاط کے بعد کی ہے۔ یہ یقین یہاں کہاں ہے؟ بلکہ قرائن اس کے خلاف ہیں۔

حدیث رایات روایت کرنے کی وجہ سے ان پر تشیع کا الزام جسے انھوں نے ابراہین عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود روایت کیا ہے تو یہ آخری دلیل ہے جو اہل بیت طاہرہ علیہم صلوات اللہ کے دشمن ان کے مناقب بیان کرنے والوں پر طعن کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اس بات کو لے کر یزید پر طعنہ زنی تعصب اور جہالت اور کوتاہ نظری پر دلیل ہے۔ یہ جرح مردود اور غیر مقبول ہے کیوں کہ یزید ابراہیم سے اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے راوی نے ان کی متابعت کی ہے۔ وہ اس الزام سے پاک ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کی ابن مسعود کے علاوہ دوسری سندیں بھی ہیں۔ اگر یزید وضاع

Scanned with OKEN Scanner

اور کذاب بھی ہوتے پھر بھی وہ الزام متابعت اور دوسرے طرق کی وجہ سے رفع ہو جاتا۔ جب کہ وہ کذاب نہیں بلکہ ثقہ راوی ہیں۔ قسم خدا کی یہ تو سب سے بڑا منکر ہے۔

اس حدیث کی ابراہیم سے متابعت کرنے والی حدیث کے بارے میں امام حاکم مستدرک میں روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابوبکر بن دارم الحافظ بالکوفة،ثنا محمد بن عثمان بن سعید القرشی،ثنا یزید بن محمد الثقفی،ثنا حنان بن سدیر،عن عمرو بن قیس الملائی،عن الحکم،عن ابراهیم،عن علقمة،عن عبد الله.

اس سند میں حکم سے مراد ابن عتبہ الکندی ہیں جو کتب ستہ کے راوی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والے عمرو بن قیس ثقہ ہیں۔ ان سے مسلم اور سنن اربعہ کے مولفین نے حدیث روایت کی ہے۔ اس طرح اس حدیث کی روایت سے یزید بری ہیں۔ اس رویت کی ایک ناقص متابعت بھی موجود ہے۔ ازدی یہ روایت اس سند سے بیان کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن ابراهیم،حدثنا محمد بن ثواب،حدثنا حنان بن سدیر،عن عمرو بن قیس،عن الحسن،عن عبیدة،عن عبد الله مرفوعاً به.

یہاں یہ بات یاد رہے کہ حسن سے عمرو کے اور عبیدہ سے حسن کے سماع میں کلام کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے جو قوی ترین متابعت ہے اور جس کی سند عمدہ ہے اس میں ایک منصف کے لیے اطمینان کا پورا سامان موجود ہے۔

جہاں تک سوال اس حدیث کی دوسری سندوں کا ہے تو ان میں سے ایک حدیث ثوبان ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کیا ہے:

حدثنا وکیع،عن شریک،عن علی بن زید،عن ابی قلابة،عن

ثوبان قال:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سیاہ علم خراسان کی جانب سے آتے دیکھو تو اس کے نیچے آجاؤ کیوں کہ اس کی قیادت اللہ کے خلیفہ مہدی کر رہے ہوں گے۔

اس روایت کو امام حاکم نے اپنی مستدرک (۵۰۲/۴) میں بایں سند روایت کیا ہے:

اخبرنا ابو عبد الله الصفار، ثنا محمد بن ابراهيم بن ارومة، ثنا الحسين بن حفص، ثنا سفيان،، عن خالد الحذاء، عن ابى قلابة، عب ابى اسماء، عن ثوبان، به مرفوعاً۔

امام حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔

امام ابن ماجہ نے اپنی سنن (حدیث نمبر: ۴۰۸۴) میں یہ حدیث بایں سند: حدثنا محمد بن يحيىٰ واحمد بن يوسف، قالا: حدثنا عبد الرزاق، عن سفيان الثورى، عن خالد الحذاء، عن ابى قلابة، عن ابى اسماء الرحبى، عن ثوبان، به مرفوعاً، ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: تمھارے خزانہ کو حاصل کرنے کے تین لوگ باہم قتال کریں گے، ہر ایک خلیفہ کا بیٹا ہوگا لیکن خزانہ کوئی حاصل نہ کر سکے گا پھر مشرق کی جانب سے سیاہ علم نمودار ہوں گے پھر اس میں شامل لوگ غیر مسبوق انداز میں قتل کریں گے۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کے ہاتھ پر بیعت کر لو خواہ تمھیں برف پر سرین کے بل گھسٹ کر کیوں نہ جانا پڑے کیوں کہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔ حافظ بوصیری مصباح الزجاجۃ (۳۱۴/۲) میں لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسے احمد، ترمذی اور بیہقی نے "الدلائل" میں بایں طریق: رشدین بن سعد، عن یونس، عن ابن شہاب الزہری، عن قبیصۃ بن ذؤیب، عن ابی

ہریرۃ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خراسان کی جانب سے سیاہ علم آئیں گے جنھیں کوئی روک نہ سکے گا یہاں تک کہ وہ ایلیاء پر نصب کر دیے جائیں گے۔

رشدین اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس قسم کی روایات میں ان کی حدیث لکھی جاتی ہے چنانچہ امام احمد نے لکھا ہے کہ جب یہ رقاق سے متعلق احادیث نقل کریں تو ان کو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی تائید بیہقی کے رویہ سے بھی ہوتی ہے، انھوں نے اپنی کتاب ''الدلائل'' کی ابتداء میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں ہماری شرط یہ ہے کہ کوئی ایسی حدیث درج نہ کروں جس کے بارے میں مجھے یہ علم ہو کہ وہ موضوع ہے۔

حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد'' میں ابن جوزی پر تنقید کی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو موضوعات میں کیوں شمار کیا۔ اور پھر یہ بھی کہا ہے کہ ابن جوزی نے ایسا کر کے صحیح نہیں کیا ہے کیوں کہ احمد نے اپنی مسند میں ثوبان کی حدیث سے اسے نقل کیا ہے پھر ابن حجر نے وہ تمام سندیں ذکر کی ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔

اس قسم کی روایات بعض صحابہ سے بھی موقوفاً مروی ہیں اور جس طرح کی بات اس حدیث میں مذکور ہے، اس طرح کی بات عقل اور رائے سے نہیں کہی جا سکتی، اس طرح یہ موقوف روایات مرفوع حدیث کے لیے شاہد قرار پائیں گی۔ مختصر یہ کہ حدیث رایات یزید کی سند کے علاوہ دوسری سندوں سے بھی ثابت ہے لہذا اس حدیث کو لے کر ان کو متہم کرنا اور اس کی وجہ سے ان کو مطعون کرنا درست نہیں ہے۔

اس تفصیل سے ہمارے اس قول کی صحت پر یقین ہو جاتا ہے کہ بعض ائمہ راویوں کو ان کی روایت میں منفرد بتا کر بہت زیادہ جرح کرتے ہیں۔ کیوں کہ تمام احادیث کا احاطہ ناممکن ہے۔ بہت سے راوی مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے اور ان کے درمیان

فاصلہ بھی بہت تھا۔ ہوسکتا ہے کہ کسی راوی کا کوئی بلکہ کئی ایک متابع موجود ہوں لیکن جرح کرنے والے کے علم میں نہیں آسکے جس کی وجہ سے ان پر تفرد اور غرائب بیان کرنے کا الزام لگا کر ان کو متہم کر دیا حالانکہ وہ اس سے بری تھے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث رایات بیان کرنے کی وجہ سے یزید بن ابی زیاد پر طعنہ زنی مردود ہے اور اس کا کوئی وزن نہیں۔ اگر وہ حدیث رایات میں منفرد بھی ہوتے پھر بھی باب سے متعلق حدیث بیان کرنے میں وہ منفرد نہیں ہیں کیون کہ وہ ایک سے زائد سندوں سے مروی ہے جس کی وجہ سے اہل علم کی نظر میں حدیث مقبول قرار پاتی ہے۔

وبالله التوفيق ومنه سبحانه وحده المعونة والتائيد.

حدیث جابر رضی اللہ عنہ

دار قطنی بایں سند: حدثنا ابو سعيد هو العدوی، حدثنا العباس بن بكار الضبی، حدثنا ابوبكر الهذلی، عن ابی الزبير ، بیان کرتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں عدوی سے مراد حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہیں، جن کی کنیت ابوسعید، نسبت بصری اور لقب ذئب ہے۔ اُن کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث گھڑا کرتے تھے، انھوں نے کچھ ایسے لوگوں سے روایات بیان کی ہیں جن کے بارے میں معلوم نہیں کہ کون تھے، ثقہ راویوں سے انھوں نے باطل روایات بیان کی ہیں۔ دار قطنی نے ان کو متروک قرار دیا ہے اور ایک جماعت نے ان کی تکذیب کی ہے۔ مسلمہ بن قاسم کہتے ہیں کہ ابوخلیفہ ان کو ان کی روایت میں صادق کہتے تھے اور ان کو

ثقہ کہتے تھے۔ حافظ ابن حجر "اللسان" (۲/۲۳۱) میں لکھتے ہیں کہ یہ تبصرہ ائمہ حدیث میں سے کسی سے نہیں سنا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا کہنا درست ہے، ائمہ جرح نے ان کی تکذیب پر اتفاق کیا ہے، اپنے جھوٹ اور وضع حدیث میں بے باکی کی وجہ سے اپنی اس روایت میں وہ عجیب طرح کے اضطراب میں گرفتار ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آگے ابو ہریرہ کی حدیث میں آرہا ہے۔ یہ سرقہ حدیث پر دلیل ہے، سندوں میں اختلاف بھی یہی بتاتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدق اور عدالت سے محروم ہیں۔

البتہ حدیث کی ایک دوسری سند بھی ہے۔ ابن ابی الفراتی بایں سند: **أنبأنا القاضي سوار بن احمد، حدثنا علي بن احمد النوفلي، حدثنا محمد بن زكريا بن دينار، حدثنا العباس بن بكار وحدثنا عباد بن كثير، عن ابي الزبير**، بیان کرتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: مصحف میں دیکھنا عبادت ہے، اولاد کا اپنے باپ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابن بکار کو امام دار قطنی نے کذاب کہا ہے اور عباد بن کثیر سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت بیان کی ہے لیکن ان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ

ابن عدی بایں سند: **حدثنا حاجب، حدثنا علي بن المثنى، حدثنا الحسن بن عطية البزار، حدثنا يحيىٰ بن سلمة بن كهيل، عن ابيه، عن سالم**، بیان

کرتے ہیں کہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس روایت کو ابن جوزی نے "الموضوعات" (۱/۳۶۱-۳۶۲) میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے میں یحییٰ منفرد ہیں اور وہ متروک ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یحییٰ ترمذی کے رواۃ میں سے ہیں لیکن محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ذہبی اپنی کتاب "المیزان" (۴/۳۸۲) میں لکھتے ہیں کہ ان کو صرف حاکم نے قوی کہا ہے، ان سے مستدرک میں حدیث بھی روایت کی ہے لیکن وہ درستگی سے دور رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ بلکہ ابن حبان نے بھی ان کو قوی کہا ہے اور اپنی کتاب "الثقات" (۷/۵۹۵) میں ذکر کیا ہے حالانکہ انھوں نے ان کو اپنی کتاب "کتاب المجروحین" (۳/۱۱۲-۱۱۳) میں بھی ذکر کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کا پہلا قول کون سا ہے۔

امام حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ میں نے جن لوگوں کا ذکر اپنی اس کتاب میں کیا ہے، میری نظر میں ان کی حدیث ثابت ہے کیوں کہ میں صرف واضح جرح کو حلال اور جائز سمجھتا ہوں، کسی کی تقلید میں کسی راوی پر جرح کرنے کو جائز نہیں سمجھتا۔ میں طالب علم کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ ان حضرات کی احادیث لکھے۔

اہل جرح نے یحییٰ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ ان کی نظر میں ثابت نہیں ہے، اسی لیے انھوں نے اپنی کتابوں میں ان سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ اس طرح امام حاکم کی نظر میں یہ حدیث ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

Scanned with OKEN Scanner

حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابن عساکر (اللآلی المصنوعة ۱/ ۳۴۳) بایں سند: أنبأنا ابو العباس احمد بن الفضل بن احمد الخیاط، أنبأنا ابو بکر بن الفضل الباطر قالی، حدثني احمد بن محمد بن عبد الله، حدثني ابو عمرو عثمان بن عمرو بن عبدالرحمن الشافعي المعروف بابن اخي النجار، حدثني احمد ابن عیسیٰ الوشا، حدثني مؤمل بن اهاب، حدثنا عبدالرزاق، حدثنا معمر، حدثنا الزهري، عن عروة، عن عائشة، بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابن نجار اپنی تاریخ (بحوالہ: اللآلی المصنوعة ۱/ ۳۴۲) میں لکھتے ہیں کہ مجھے ابوزرعہ عبیداللہ بن ابی بکر اللفتوانی نے یہ حدیث بایں سند لکھ کر دی: أنبأنا ابو الخیر شعبة بن ابی بکر الصباغ، حدثنا ابو القاسم هبة الله بن عبد الوارث الشیرازی، أنبأنا ابو القاسم الطیب بن احمد بن الطیب ابن عبد الله الشاهد، أنبأنا ابو القاسم عبد العزیز بن علی بن احمد الوراق، حدثنا ابوبکر محمد ابن احمد الحافظ، حدثنا ابو العباس بن الوشا، به.

میں کہتا ہوں کہ ابن الوشا کے بارے میں مسلمہ بن قاسم "کتاب الصلة" میں لکھتے ہیں: وہ بہت سی ایسی احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں جن کے سلسلے میں ان پر نکیر کی گئی ہے، ان کو ان کے سوا کوئی بیان نہیں کرتا، وہ شاذ ہیں، ان سے بہت سی احادیث لکھی گئی ہیں، وہ علم کے جامع تھے، اصحاب الحدیث کی آراء ان کے بارے میں مختلف

ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کو ثقہ اور بعض نے ان کو ضعیف کہا ہے۔

حافظ ابن حجر "اللسان" (۳۳۶/۱) میں لکھتے ہیں کہ مجھے ان کی ایک باطل حدیث ملی ہے اور پھر انھوں نے مؤمل بن اھاب کی سند سے یہی حدیث ذکر کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مؤمل سے اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ہے۔ ابن جوزی "الموضوعات" (۳۵۸/۱) میں یہ حدیث بایں سند بیان کرتے ہیں: حدثنی محمد بن ناصر، قال حدثنی محمد بن علی النرسی، قال حدثنی ابو عبداللہ احمد بن الحسین، قال حدثنی القاضی محمد بن عبداللہ الجعفی، قال حدثنی ابو الحسن محمد بن احمد ابن مخزوم، قال حدثنا محمد بن الحسن الرقی قال حدثنی مؤمل به.

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس روایت کو ابن حبان نے موضوع کہا ہے۔ اس روایت کی آفت جعفی یا اس کا شیخ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے جس میں جعفی نہیں ہے اور نہ اس کا شیخ ہے۔ ابن حبان اس حدیث کو بایں سند بیان کرتے ہیں: حدثنا الحسن بن العدوی، عن ابی الربیع الزهرانی و محمد بن عبد الاعلیٰ الصنعانی، قالا حدثنا عبد الرزاق به.

ابن حبان کہتے ہیں کہ عدوی نے اس روایت کو وضع کیا ہے۔ (کتاب المجروحین ۲۴۱/۱)

حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

ابن جوزی اپنی کتاب "الموضوعات" (۳۵۹/۱) میں ہیں بایں

سند:أنبأنا يحيىٰ بن عيسىٰ بن البناء،أنبأنا ابو الحسين بن الآبنوسي،قال أنبأنا ابو نصر محمد بن احمد المدابغي،قال حدثنا محمد بن الحسن بن علي الجرجاني،حدثنا محمد بن ابي سعيد الحافظ،أنبأناابو العباس احمد بن هاشم الطرائفي قال حدثني جعفر بن الحسين بن عمر الزيات،حدثنامحمد بن غسان الانصاري،عن يونس مولىٰ الرشيد عن المامون،عن الرشيد،عن المهدي،عن ابيه عن جده عن ابن عباس ،بيان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس کے رواۃ مجہول ہیں۔میں کہتا ہوں کہ مجہول ہونے کا مطلب موضوع ہونا نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب تک راوی کا حال معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک حدیث پر کوئی حکم لگانے میں توقف اختیار کیا جائے۔ایک بات یہ بھی ہے کہ مجہول کی روایت کردہ حدیث اگر مشہور ہوتو راوی کی جہالت چنداں مضر نہیں لیکن اگر منکر یا منفرد ہوتو وہ پورے طور پر ضعیف ہے۔یہ حدیث دوسری ثابت شدہ سندوں سے معروف ہے،بعض سندوں کے بعض رواۃ کا مجہول ہونا صحت حدیث میں مانع نہیں ہے۔واللہ اعلم۔

اس حدیث کی سند میں ایک خوشگوار باریکی ہے اور وہ یہ کہ خلفائے اسلام نے ایک دوسرے سے روایت کیا ہے اور ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے روایت کی ہے۔واللہ اعلم۔

حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

ابن عدی (الکامل فی ضعفاء الرجال ۲/ ۳۳۹) بایں سند: حدثنا الصباح بن عبد الله، حدثنا شعبة، عن الأعمش، عن ابی صالح بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابن عدی (الکامل فی ضعفاء الرجال ۲/ ۳۳۹) نے اس روایت کی ایک دوسری سند یہ دی ہے: حدثنا العدوی، حدثنا لؤلؤ بن عبد الله، ثنا عفان، ثنا شعبة مثله.

ابن عدی (الکامل فی ضعفاء الرجال ۲/ ۳۳۹) نے اس روایت کی ایک تیسری سند یہ دی ہے: حدثنا احمد بن عبدة، ثنا سفیان، عن الأعمش، به.

میں کہتا ہوں کہ یہ تمام سندیں عدوی کی وضع کردہ ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

عدوی نے یہ روایت اس سند سے بھی روایت کی ہے: عن احمد بن عبدة، عن سفیان بن عیینة، عن الأعمش، عن ابی صالح، عن ابی هریرة.

ابن عدی نے یہ روایت انس اور جابر سے بھی روایت کی ہے۔ انس کی روایت آگے آرہی ہے اور جابر کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

ان اسانید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عدوی نے ان کا سرقہ کیا ہے اور بعض اپنی جانب سے وضع کی ہیں۔ آگے اس حدیث کی دوسری سند بھی آرہی ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آرہی ہے۔

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

Scanned with OKEN Scanner

خطیب بغدادی اپنی "تاریخ" (۵۱/۲) میں بایں سند: أنبانا علی بن احمد الرزاز، أنبانا محمد بن اسماعیل الرازی، أنبانا محمد ابن ایوب، حدثنا هوذة بن خلیفة، نبأنا ابن جریج، عن ابی صالح ، بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ معاذ بن جبل برابر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے رہتے ہیں، میں نے عرض کیا: آپ کیوں علی کی طرف دیکھتے رہتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ آپ نے انھیں دیکھا ہی نہیں ہے۔ انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

خطیب کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے باطل ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ محمد بن ایوب نے ھوذہ بن خلیفہ سے کبھی کوئی روایت بیان کی ہے اور نہ اس نے ھوذہ سے سنا ہے کیوں کہ ۲۱۶ھ میں ھوذہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

امام ذہبی اپنی کتاب "المیزان" (۴۸۵/۳) میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو گھڑنے کا الزام محمد بن اسماعیل رازی پر ہے، محمد بن ایوب جو ابن ضریس کے نام سے معروف ہے، اس نے ھوذہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ابن جریج کی ملاقات ابوصالح سے ہوئی ہے۔

ابن جوزی نے اسے "موضوعات" میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن ایوب موضوع روایات بیان کرتا ہے اور ھوذہ سے اس کی کوئی روایت معروف نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عمران بن حصین کی حدیث میں اس کی ایک دوسری سند آئے گی۔ ابوبکر خطیب نے اس سلسلے میں کتنی اچھی بات لکھی ہے کہ یہ حدیث اس سند سے باطل ہے۔ اس جملے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث دوسری سندوں سے ثابت ہے۔ حفاظ

Scanned with OKEN Scanner

حدیث میں سے اہل تحقیق کی اس عبارت کو ذہن نشین کرلیں ہمیشہ فائدہ دے گی۔ واللہ اعلم۔

حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

امام حاکم "المستدرک" (۱۴۱/۳) میں بایں سند: حدثنا دعلج بن احمد السجزی، ثنا علی بن عبد العزیز بن معاویة، ثنا ابراهیم بن اسحاق الجعفی، ثنا عبد الله بن عبد ربه العجلی، ثنا شعبة، عن قتادة، عن حمید بن عبد الرحمن، عن ابی سعید الخدری ، بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، عبداللہ بن مسعود سے اس کے شواہد صحیح ہے۔ پھر اس کے بعد انھوں نے عبداللہ بن مسعود کی وہ حدیث ذکر کی جو میں پیچھے ذکر کر آیا ہوں، جو بسند الرملی، عن الاعمش، عن ابراهیم، عن علقمة عن عبد الله ، مروی ہے۔ یہی حدیث بسند المسعودی، عن عمرو بن مرة، عن ابراهیم به، بھی مروی ہے۔

تلخیص المستدرک میں یہاں ذہبی سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جسے سن کر ہنسی آتی ہے اور ان کی اس حالت سے نقاب اٹھ جاتا ہے جو علی کی فضیلت سے متعلق کوئی حدیث سن کر ان کی ہوتی ہے۔ حدیث عمران بن حصین پر امام حاکم کے قول "هذا حدیث صحیح وشواهده عن عبد الله بن مسعود صحیحة" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تعجب ہے کہ حدیث موضوع ہے اور اس کا شاہد صحیح ہے۔

یہ ذہبی کا ایک واضح کلام جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم نے جس شاہد یعنی

حدیث عبد اللہ بن مسعود کو صحیح کہا ہے، اس سے ان کو اتفاق ہے لیکن اہل شام سے ان کی محبت اور علی سے ان کے انحراف نے ان کے شعور کو کمزور کر دیا اور اس اعتراف سے وہ پھر گئے چنانچہ صرف دو تین سطروں کے بعد جس حدیث ابن مسعود کو صحیح کہا ہے اس کے بارے میں یہ لکھ بیٹھے کہ "یہ موضوع ہے۔ کیا یہ خواہش نفس کی پیروی اور عصبیت کے زیر اثر کلام رسول سے کھلواڑ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من الخذلان۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ ذہبی نے یہاں صرف دعویٰ ہی کیا ہے، کسی دلیل کی طرف اشارہ نہیں کیا حالانکہ آپ کو حدیث ابن مسعود کی صحت کا علم ہو چکا ہے۔ اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

رہا سوال حدیث عمران بن حصین کا تو یہ اگرچہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ حاکم نے کہا ہے لیکن وہ ایسے ضعف کے درجہ میں ہے جس کی تلافی دوسرے طریق سے ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام طبرانی (المعجم الکبیر: ۱۸/۱۰۹) بایں سند: حدثنا ابو مسلم الکشی، حدثنا ابو نجید عمران بن خالد ابن طلیق الضریر، عن ابیه عن جده بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا کہ وہ علی بن ابی طالب کو بغور دیکھ رہے ہیں۔ جب ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

یہ حدیث ابن الآبار نے "معجم اصحاب ابی علی الصدفی" میں مندرجہ ذیل سند سے بیان کی ہے:

حدثنا ابو جعفر بن عون الله فی آخرین، عن ابی محمد بن عبد لله الزاهد، ثنا ابو الحجاج ابن ابی عبد المالک وهی کنیة یبقی النحوی

قال قرىء على ابى على الصدفى بجامع المرية وانا اسمع فى سنة ٥٠٥ ،انا ابوبكر بن محمد بن احمد بن عبد الباقى الدقاق،أخبرنا ابو عمر عبد الواحد بن احمد المليحى اجازة وقرأت على ابى القاسم بن الحبيش سماعاً أنا ابوبكر بن العربى سماعاً بقرطبة عن ابى بكر بن طرخان،عن المليحى.

وحدثت عن ابى الفضل بن ناصر وابى الفضل الطوسى عن الحميدى،عن المليحى قال أنا ابو عبيد الاديب صاحب ابى منصور الازهرى أنا ابوجعفر محمد بن محمد بن عبد الله البزاز المقرىء بالبصرة أنا ابو مسلم ابراهيم بن عبد الله الكجى البصرى أنا عمران بن خالد بن طليق عن ابيه،به.

میں کہتا ہوں کہ طلیق نے ابن عمران سے نہیں سنا ہے جیسا کہ امام ذہبی (میزان الاعتدال ۲/۳۴۵) نے بیان کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں،ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔(الثقات ۶/۴۹۴)۔اس روایت میں طلیق نے عمران کے ساتھ اپنے اکٹھے ہونے اوران سے حدیث سننے کا ذکر کیا ہے۔

خالد کے بارے میں دارقطنی نے لکھا ہے کہ وہ قوی نہیں ہیں۔ساجی ان کو صدوق کہتے ہیں۔ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ان کے بیٹے عمران کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ابن حبان کہتے ہیں کہ ان سے حجت لینا جائز نہیں ہے۔امام احمد ان کو متروک کہتے ہیں۔اما ذہبی کہتے ہیں کہ اپنے اجداد سے ان کی روایت:علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے، جسے ان سے یعقوب فسوی نے روایت کیا ہے، میری نظر میں باطل ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

ذہبی نے یہاں انصاف سے کام لیا ہے کہ اس حدیث کو اپنی نظر میں باطل کہا ہے ،اسے علی الاطلاق باطل نہیں کہا۔ان کی تنقید کبھی درست ہوتی ہے اور کبھی غلط جیسا کہ ظاہر ہے۔اسی لیے علائی نے ان پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس روایت پر باطل ہونے کا حکم لگانا بعید از عقل ہے البتہ یہ روایت جیسا کہ خطیب نے کہا ہے، غریب ہے۔

حدیث عمران بن حصین کی دوسری سند ابن ابی الفراتی نے اپنے جزء میں یہ درج کی ہے:أنبأنا جدی ابو عمرو،حدثنا ابو محمد الحسن بن محمد ابن اسحاق المهرجانی،حدثنا الغلابی،أنبأنا العباس بن بکار،ثنا ابوبکر الهزلی،عن ابی الزبیر،عن جابر قال:

رسول اللہ ﷺ نے علی سے فرمایا:عمران بن حصین کی عیادت کرو ،وہ بیمار ہیں، چنانچہ وہ عیادت کرنے پہنچے،وہاں پہلے سے معاذ اور ابو ہریرہ بھی موجود تھے۔علی کو دیکھ کر عمران انھیں بغور دیکھنے لگے۔معاذ نے ان سے پوچھا:علی کو اس قدر غور سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ علی کو دیکھنا عبادت ہے۔یہ سن کر معاذ نے کہا میں نے بھی رل اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے،ابو ہریرہ نے بھی کہا میں نے بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد سنا ہے۔یہ سند بھی ضعیف ہے۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ

ابن عدی بایں سند:حدثنا العدوی،حدثنا الحسن بن علی بن راشد الواسطی،حدثنا هشیم،عن حمید،بیان کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ علی کو دیکھنا عبادت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عدوی کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے۔اس حدیث کی ایک دوسری سند یہ ہے:قال ابن عدی: حدثنا حاجب بن مالک، حدثنا علی بن المثنیٰ، حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ، حدثنا مطر بن ابی مطر، عن انس مرفوعاً بہ.(الکامل فی ضعفاء الرجال ۲/ ۳۳۹)

مطر کو بخاری، ابوحاتم اور نسائی نے منکر الحدیث کہا ہے، ابواحمد الحاکم کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہیں۔ذہبی نے ان کے ترجمہ میں یہ اور اس کے علاوہ دوسری حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ دونوں موضوع ہیں۔(میزان الاعتدال ۴/۱۲۷)

ایک دوسری حدیث کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں: اس اوس سے پہلے کی حدیث کے لیے مطر متہم ہے کیوں کہ عبیداللہ ثقہ اور شیعہ ہے لیکن اس جھوٹ کو روایت کر کے اس نے گناہ کا کام کیا ہے۔(میزان الاعتدال ۴/۱۲۸)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے سلسلے میں ذہبی نے مطر پر بہت سخت وار کیا ہے، مطر اگرچہ ضعیف ہیں لیکن انس کی اس روایت کے سلسلے میں ان کی متابعت کی گئی ہے۔اسے محمد بن قاسم نے اسدی نے شعبہ سے، انھوں نے قتادہ سے اور انھوں نے انس سے بیان کیا ہے۔اس طرح مطر اس الزام سے بری ہیں۔

محمد بن قاسم پر کذب کی تہمت لگائی گئی ہے لیکن ابن ابی خیثمہ ابن معین کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے میں نے ان سے حدیث لکھی ہے۔عجلی کہتے ہیں کہ وہ شیخ صدوق اور عثمانی تھے۔(معرفۃ الثقات ۲/ ۲۵۰)

ان سے ترمذی نے سنن میں حدیث روایت کی ہے۔لہذا یہ حدیث ضعیف ہے ،موضوع نہیں جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے۔واللہ اعلم۔

Scanned with OKEN Scanner

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

ابونعیم "الحلیۃ" (۲/۱۸۲۔۱۸۳) میں بایں سند: حدثنا ابو نصر احمد بن الحسین النیسابوری، ثنا الحسین بن موسیٰ السمسار، ثنا محمد بن عبدک القزوینی، قال: ثنا عباد بن صہیب، ثنا ہشام بن عروۃ عن ابیہ، بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ابونعیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہشام بن عروۃ کے واسطے سے غریب ہے، ہم اسے صرف عباد کی حدیث کے طور پر لکھتے ہیں۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے روایت کرنے میں عباد منفرد ہیں اور عباد ایک متروک راوی ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ مشاہیر سے ایسی منکر روایات بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک مبتدی طالب علم سن لے تو وہ بھی ان کے موضوع ہونے کی گواہی دے۔ (الموضوعات ۱/۳۶۱۔۳۶۳)

میں کہتا ہوں کہ ہم گزشتہ صفحات میں یہ جان چکے ہیں کہ ابن جوزی کسی بھی راوی کے بارے میں اہل جرح وتعدیل کے وہی اقوال اختیار کرتے ہیں جو ان کی رائے کے مطابق ہوتے ہیں، وہ راوی کے بارے میں اہل جرح کے اقوال ذکر کر دیتے ہیں لیکن اہل تعدیل کے اس کے متعلق اقوال نظر انداز کر دیتے ہیں، یہ غلط قسم کا تصرف ہے جو اہل علم کے شایان شان نہیں کیوں کہ اس طرح کے مواقع پر درست رویہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں دونوں فریقوں کے اقوال ذکر کیے جائیں تا کہ حق باطل سے نمایاں ہو سکے۔

ابن جوزی نے عباد سے متعلق اہل جرح کے اقوال نقل کر لیے ہیں اور ان کے

بارے میں اہل تعدیل کے اقوال کو نظر انداز کر دیا ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں دی کہ میں نے اہل تعدیل کے اقوال چھوڑ کر اہل جرح کے اقوال کیوں پسند کیے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کی باتوں کو قابل اعتبار سمجھنا درست نہیں ہے۔

رجال حدیث سے متعلق ابن حبان کے اقوال جرح وتعدیل میں باریکی نہیں ہے، ذہبی اپنی کتاب میزان میں اس کا بکثرت ذکر کرتے ہیں اور کسی راوی کے بارے میں ابن حبان کے قول پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں کہ ابن حبان کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے دماغ سے کیا نکال رہے ہیں، اسی طرح وہ ابن حبان کی تعدیل سے بھی خوش نہیں ہوتے۔ ذہبی کے اس طرح کے اقوال بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حبان کے اقوال جرح وتعدیل غیر اطمینان بخش ہیں۔

بھلا عباد کے بارے میں ان کے اس قول کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابو داؤد ان کو صدوق کہتے ہیں۔ امام احمد کا خیال ہے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں، ان کے پاس بڑی عظمت والی احادیث موجود ہیں، انھوں نے اعمش سے سنا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ عباد بن صہیب کی بہت سی تصانیف ہیں، ضعیف ہونے کے باوجود ان کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں کہ عباد بن صہیب، ابن ابی عاصم نبیل سے زیادہ مضبوط ہیں ایک دوسری حدیث کے بارے میں ان کا کہنا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث تو شاذ ہے لیکن وہ بذاتہ مضبوط ہیں۔

عبدان کہتے ہیں کہ لوگوں نے ان کو جھوٹا نہیں کہا ہے البتہ عمر کے آخری حصہ میں ان کو صہیب بن محمد بن صہیب نے کچھ حدیثیں غلط طریقہ پر املا کرادی تھیں۔ ابو داؤد کہتے

ہیں کہ وہ قدری تھے (لسان المیزان ۳/ ۲۳۰۔ ۲۳۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ الزام صحت حدیث کے لیے مضر نہیں، جب ان کے بارے میں وضع، کذب اور اختلاس کا الزام ثابت نہیں تو قدری وغیرہ ہونا کوئی خاص بات نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کئی بار اس کی طرف اشارہ کر چکا ہوں اور یہ عرض کر چکا ہوں کہ صحت حدیث کا دارومدار راوی کے ضبط اور اس کی عدالت پر ہے، جب کسی راوی کا ضبط اور اس کی عدالت ثابت ہو جائے تو دوسری چیزیں دیکھنا بلاوجہ کی سختی ہے۔

مزید برآں اس حدیث کا قدریہ کے عقائد سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اس حدیث سے قدریہ کے عقائد کی کوئی تائید نہیں ہوتی کہ اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس کی حیثیت دی ہے جو ہوا پرستوں کی ان کی اپنی ان روایات کی ہوتی ہے جو وہ اپنے مسلک کی تائید میں نقل کیا کرتے ہیں۔

اس گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں عباد کا منفرد ہونا چنداں مضر نہیں۔ کیوں کہ وہ مستور الحال ہیں لیکن حدیث کے معاملے میں مشہور ہیں۔ اس طرح کے مسائل میں ان کی حدیث مقبول ہوگی۔ اگر متابع مل جائے تو پھر ان کی حدیث حسن ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ

محمد بن حسن طوسی اپنی امالی (أمالی الطوسی ص ۴۵۴۔ ۴۵۵) میں بایں سند:

اخبرنا جماعة عن أبی الفضل، قال: حدثنا الواللیث محمد بن معاذ ابن سعید الحضرمی بالجار، قال: اخبرنا احمد بن المنذر ابو بکر الصنعانی،

قال : حدثنا عبدالوهاب بن همام عن ابيه همام ابن نافع ، عن همام بن منبه

بیان کرتے ہیں کہ حجر المدری نے بتایا کہ میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا وہاں ابوذر جندب بن جنادۃ بھی تھے۔ اسی سال مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی حج کرنے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان میں علی بن ابی طالب بھی تھے۔ ایک دن ہم مسجد حرم میں ابوذر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ علی ہمارے پاس سے گزرے اور ہمارے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابوذر نے ان کی طرف بڑی توجہ اور غور سے دیکھا ۔ میں نے عرض کیا: ابوذر! اللہ آپ پر رحم فرمائے، علی کو اس قدر توجہ سے دیکھ کر، ان کی کیا چیز نکال لینا چاہتے ہو؟ جواب دیا: میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے، نرمی اور رحمت سے والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن کے مصحف کو دیکھنا عبادت ہے اور کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اس روایت کی ایک دوسری سند بھی ہے جسے دیلمی نے مسند الفردوس (۲۹۳/۴) میں نقل کیا ہے۔

خاتمہ

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حدیث کی صحت اور اس کا ثابت ہونا اگر تسلیم بھی کر لیا جائے، پھر بھی یہ بات نا قابل تسلیم ہے کہ یہ منکر نہیں ہے کیوں کہ ایک آدمی کو دیکھنا قربت الٰہی کا ذریعہ ہو، یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس حدیث میں کوئی نکارت نہیں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ابن الاعرابی نے بیان کیا ہے جیسا کہ ان کے سلسلے میں ابن

الابار نے "معجم اصحاب ابی علی الصدفی" میں نقل کیا ہے کہ علی جب لوگوں کے سامنے آتے تھے تو لوگ کہتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ جوان کس قدر اشرف ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ نوجوان کس قدر بہادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یہ نوجوان کس قدر کریم ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کے اندر یہ تمام اوصاف کریمانہ دیکھ کر ہر شخص کلمہ اخلاص پڑھتا تھا جو حدیث کے مطابق افضل ترین ذکر ہے اور نہ ذکر افضل ترین عبادت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ یہ صدقہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اگر کسی آدمی کے پاس چند درہم ہوں جن کو وہ تقسیم کرے اور دوسرا آدمی اللہ کا ذکر کرنے والا ہو تو ذکر کرنے والا صدقہ دینے والے سے افضل ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے: کوئی صدقہ ذکر سے افضل نہیں ہوتا۔ ان دونوں حدیثوں کو طبرانی نے ابوموسی کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ان کی سند حسن ہے۔

کئی ایک سندوں سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ بہتر لوگ وہ ہیں کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ (الجامع الصغیر ۲/۸)۔

ابن ماجہ اپنی سنن (۲/۱۳۷۹) میں اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے: کیا میں بتاؤں کہ تم میں سب سے نیک لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے! ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ نیک لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

حافظ بوصیری اپنے زوائد (مصباح الزجاجة ۲/۳۲۲) میں لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے، اس حدیث کے دو راوی شہر بن حوشب اور سوید بن سعید کے بارے

میں اختلاف ہے البتہ باقی رجال ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی ہے جس میں سوید نہیں ہیں۔

چنانچہ ابونعیم نے الحلیۃ (۶/۱) میں اس حدیث کو بایں سند بیان کیا ہے: حدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ، حدثنا ابو حصين القاضي ، حدثنا يحي بن عبد الحميد ، حدثنا داؤد العطار ، عن عبدالله بن عثمان بن خيثم ، عن شهر بن حوشب ، به.

شہر بن حوشب کی حدیث کو اکثر حفاظ حدیث نے حسن کہا ہے۔

ابونعیم نے حلیۃ الأولیاء (۷/۲۳۱) میں بایں سند: حدثنا احمد بن يعقوب بن المهرجان العدل ، ثنا حسن ابن علويه القطان ، ثنا اسماعيل بن عيسى ، ثنا الهياج بن بسطام ، عن مسعر ، عن بكير بن الاخنس ، عن سعد ، بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا: اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔

ابونعیم کہتے ہیں کہ یہ روایت مسعر غریب ہے، ھیاج اس روایت میں منفرد ہیں، بکیر بن اخنس سے مسعر نے روایت کیا ہے لیکن ثوری اور شعبہ اس کو درست نہیں سمجھتے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا: جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔

اس حدیث کو ہزار نے اپنے استاد علی بن حرب سے بیان کیا ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ میں ان کو نہیں جانتا اور حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض لوگ ذکر الٰہی کی کنجی ہوتے ہیں جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ اسے

Scanned with OKEN Scanner

طبرانی نے روایت کیا ہے (المعجم الکبیر ۲۰۵/۱۰)

اس روایت میں عمرو بن قاسم ہیں جن کے بارے میں ہیثمی لکھتے ہیں کہ میں ان کو نہیں جانتا۔ البتہ اس کے باقی راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حافظ سیوطی نے الجامع الصغیر (۹۸/۱) میں اس کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مناوی نے اپنی شرح میں سیوطی کی تائید کی ہے۔

یہ احدیث، علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے، والی حدیث کی معنوی شاہد ہیں۔ ان سے اس روایت کی نکارت کا شبہ ختم ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

ابن اعرابی سے ان کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ علی کو دیکھ کر لوگ پکار اٹھتے تھے: لا الہ الا اللہ، یہ نوجوان کتنا کریم ہے۔ لا الہ الا اللہ، یہ نوجوان کتنا بہادر ہے، لا الہ الا اللہ یہ نوجوان کتنا اشرف ہے۔

یہ کلمہ اخلاص ہے جو افضل ترین ذکر ہے اور ذکر ہی عبادت ہے بلکہ ذکر الٰہی افضل ترین عبادت ہے۔

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ذکر الٰہی کے علاوہ بھی علی کو دیکھنا عبادت شمار ہوتا ہو اور وہ اس طرح کہ اللہ نے ان کو مکرم بنایا تھا اور دوسروں پر ان کو فضیلت عطا کی تھی۔ اس بات کی تائید عمران بن حصین کے اپنے عمل سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ علی جب ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو وہ ان کو بار بار غور سے دیکھ رہے تھے۔ حاضرین نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر جب ان سے اس کی وجہ معلوم کی تو انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کو دیکھنا عبادت ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

عمران رضی اللہ عنہ کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ محض علی کو دیکھنا عبادت ہے اس کے بغیر کہ وہ ذکر الٰہی کا محرک بھی ہے۔

یہ معنی بھی نہ تو منکر ہے اور نہ اجنبی بلکہ کئی ایک سندوں سے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مصحف میں، والدین کے چہرہ کو، کعبہ اور عالم کو دیکھنا عبادت ہے۔ (الجامع الصغیر ۲/۱۸۹)

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کے مجموعی طرق سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔ اس طرح زیر مطالعہ حدیث کے لے یہ بھی ایک معنوی شاہد ہے۔

مختصر یہ کہ دونوں معنوں کے لحاظ سے یہ حدیث منکر نہیں ہے۔ ہر ایک کے لیے شواہد اور حدیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ میں نے اپنی دوسری کتابوں میں اس کے دوسرے شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عبدالعزیز بن محمد بن صدیق غماری عرض کرتا ہے کہ ان سطور پر یہ بابرکت جزء پائے تکمیل کو پہنچا۔ اللہ میرے حال پر رحم فرمائے اور دنیا و آخرت میں ستر پوشی فرمائے۔

آج بروز بدھ ۲۸ شوال ۱۳۶۵ھ کو مصر کے شہر قاہرہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔

والحمد اللہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد، وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما الی یوم الدین۔

مولف عرض کرتا ہے کہ مجھے امید ہے کہ میری یہ کتاب میرے ان اعمال میں شمار ہوگی جو مجھے قربت الٰہی سے ہم کنار کریں گے۔ اگرچہ میرے رب نے میری دیگر تصانیف میں مجھ پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمایا ہے لیکن اس تصنیف میں مولانا امام علی علیہ الصلاۃ والسلام سے میری ان سے محبت نمایاں ہے۔ اپنے رب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے مولا علی سے اسی طرح نسبت معنوی پیدا کردے جس طرح اس نے ماوی نسبت

Scanned with OKEN Scanner

کا شرف عطا کی اہے۔ حدیث کے مطابق تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اللہ مجھے امام کی اقتدار کرنے کی توفیق دے اور ان کی جماعت اور احباب کی سنہری زنجیر میں منسلک فرمائے۔ آمین۔

حلیۃ الاولیاء (۳۲/۵) میں زبید یامی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یحی بن کثیر ضریر فرماتے ہیں: میں نے زبید کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا؛ اے ابوعبدالرحمٰن! کیا حال ہے؟ فرمایا: اللہ تعالی نے خصوصی رحمت فرمائی ہے۔ عرض کیا: آپ نے اپنے کس عمل کو سب سے افضل پایا؟ فرمایا: درود اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت کو حافظ ابن حجر اپنی کتاب " الامتاع فی الاحادیث المتبانیۃ بشرط السماع " میں فرماتے ہیں:

هنينا لا صحاب خير الورى	وطوبى لاصحاب اخياره
اولئک فسازوا بتذكيره	ونحن سعدنا بتذكاره
وهم سبقونا الى نصره	وها نحن اتباع انصاره
ولما حرمنا لقا عينه	عكفنا علىٰ حفظ آثاره
عسى الله يجمعنا كلنا	بأفضاله معه فى داره

"مخلوق میں سب سے افضل ذات کے اصحاب کے لیے خوش خبری ہو، اسی طرح آپ کی احادیث بیان کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔ یہ وہ مقدس گروہ ہے جو آپ کا ذکر کرکے کامیاب ہو چکا ہے ہم بھی آپ کا ذکر کرکے سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی نصرت کے لیے وہ ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہم آپ کے حامیوں کے پیروکار ہیں۔ چونکہ ہم آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے میں محروم ہیں لیکن آپ کے آثار کو حفظ

کرنے میں مصروف ہیں۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر میں اپنے افضل ترین بندوں کے ساتھ جمع ہونے کا شرف عطا فرمائے گا"۔

☆☆☆☆

المصادر والمراجع

١. الامالی ، للشیخ الامام ابی جعفر الطوسی ۔ تحقیق موسسة البعثة ۔ ط دار الثقافة ، قم ۔ الطبعة الاولی سنة ١٤١٤ھ۔

٢. تاریخ أسماء الثقات ، لابی خفص عمر بن أحمد بن عثمان المعروف یابن شاهین تحقیق عبدالعطی أمین قلعجی ۔ط دارلکتب العلمیة ، بیروت ۔ الطبعة الاولی سنة ١٤٠٦ھ۔

٣. تاریخ بغداد لابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ۔ ط مطبعة السعادة بمصر ۔ سنة ١٣٤٩ھ۔

٤. التدوین فی أخبار قزوین ،للرافعی ۔ تحقیق الشیخ عزیز الله العطاردی ۔ ط دار الکتب العلمیة بیروت . سنة ١٤٠٨ھ۔

٥. التقریب والتسیر لعرفة سند النذیر فی اصول الحدیث ، محیی الدین أبی زکریا یحیی بن شرف الدین النووی ۔ط دارالجنان ، بیروت ۔الطبعة الاولی سنة ١٤٠٦ھ۔راجعه وعلق علیه : عبدالله عمر

البارودى -

٦. تلخيص المستدرک ، لشمس الدين الذهبى -مطبوع بهامش المستدرک على الصحيحين-

٧. تهذيب التهذيب ، للحافظ ابن حجر العسقلانى -ط دار احياء التيراث العربى-سنة ١٤١٦ هـ-

٨. التيسير بشرح الجامع الصغير، لعبد الرووف المناوى - ط مصر-

٩. الثقات، لابن حبان -ط دائرة المعارف العثمانية، سنة ١٤٠٣ هـ-

١٠. الجامع الصحيح (سنن الترمذى) بن عيسى الترمذى-

١١. الجامع الضغير من أحاديث البشير النذير -لجلال الدين السيوطى- الطبعة الرابعة- ط- البابى الحلبى بمصر سنة ١٣٧٣ هـ-

١٢. حلية الولياء وطبقات الاصفياء، لابى نعيم أحمد بن عبدالله الاصبهانى - ط مطبعة السعادة بمصر-سنة ١٣٥١ هـ-

١٣. دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة ، لابى بكر أحمد بن الحسين البيهقى تحقيق عبداالمعطى قلعجى -ط دار الكتب الاسلامية ، بيروت - الطبعة الاولى سنة ١٤٠٥ هـ-

١٤. الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم ، للذهبى - تحقيق محمد ابراهيم الموصلى - ط دار البشائر الاسلامية ، بيروت - الطبعة الاولى ، سنة ١٤١٢ هـ-

١٥. سنن ابن ماجة ، لابن ماجة القرونى - تحقيق محمد فؤاد عبدالباقى -

١٦. صحيح البخارى - لمحمد بن اسماعيل البخارى - تحقيق أحمد محمد شاكر - أوفسيت دارالجيل بيروت -

١٧. المعجم الكبير، للحافظ الطبرانى - تحقيق حمدى عبدالمجيد السلفى - ط داراحياء التراث العربى - بيروت.

١٨. معرفة الثقات ، للعجلى ، تحقيق عبدالعليم عبدالعظيم البستوى - ط مكتبة الدار بالمدينة المنورة - الطبعة الاولى ، سنة ١٤٠٥هـ -

١٩. الموضوعات ، لابى الفرج عبدالرحمن بن الجوزى.

٢٠. ميزان الاعتدال فى نقد الرجال ، للذهبى - تحقيق على محمد البجاوى - ط دارالمعرفة ، بيروت.

٢١. نخبة الفكر فى مصطلح أهل الاثر - للحافظ ابن حجر العسقلانى - مطبوع بذيل نهة النظر.

٢٢. نزهة النظر فى توضيح نخبة الفكر ، لابن حجر العسقلانى - تحقيق نورالدين عتر - ط دار الخير، الطبة الثانية ، سنة ١٤١٤هـ.

☆☆☆

Scanned with OKEN Scanner